اسلام کی پہلی خانہ جنگی

محمد صدیق
5 چک کلاں

یوں تو تاریخ انسانی تاج وتخت، حکمرانی و بادشاہی، خلافت وصدارت اور اقتدار کی ہوس خواہش کی چھینا جھپٹی اور باہمی چپقلشوں سے بھری پڑی ہے۔ عام زندگی میں جب کوئی شخص کسی دوسرے کا استحصال کرتا ہے اس کے حقوق سلب کرتا ہے تو خود مخالف کے ذہن میں احساس محرومی پیدا ہوتا ہے اور وہ احساس محرومی اس کے احساس وجذبات میں اشتعال پیدا کرتا ہے۔ اور یہی اشتعال بلآخر جذبہ انتقام کا پیش خیمہ ثابت ہوتا ہے۔ اور پھر آہستہ آہستہ ایک شعلہ جوالہ بن جاتا ہے۔ اور یوں بڑے بڑے سانحات رونما ہوتے ہیں۔

اسی لئے اسلام نے ہمیشہ سے ہی اعتدال پسندی کا درس دیا ہے۔ اور حد سے تجاوز کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اور درگذر کرنے کو کہا ہے ارشاد ہوتا ہے:

کذالک یضل اللہ من ھو مسرف مرتاب

اسی طرح اللہ تعالیٰ بہکاتا ہے ہر اس شخص کو جو زیادتی کرنے والا اور شک کرنے والا ہو۔ (المومن، ۳۴)

پھر اسی ریفرینس کو جاری رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اے نبی درگزر کیجئے، معروف کی تلقین کیجئے اور جاہلوں سے الجھئے نہیں بلکہ اعراض کیجئے۔

اس وقت آپ دیکھ رہے کہ دنیا کی اکثر اقوام مسلمانوں کی مخالفت میں سرگرداں ہیں۔ مسلمان کی ہر جگہ زندگی اجیرن بنادی گئی ہے۔ مسلمانوں کو (Extaramist) گردانا جارہا ہے۔ جبکہ مسلمانوں کی تو بنیادی تعلیم ہی اس امر کے خلاف ہے۔ اسلام نے تو ہر چیز کی حدیں مقرر کی ہیں۔ جن کو حقوق وفرائض سے تعبیر کیا گیا ہے۔ حقوق وفرائض سے بے اعتنائی کو ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھا گیا ہے۔

آج کی جدید اور کمپیوٹرائزڈ زندگی میں بھی یہی ایک چیز کارفرما نظر آتی ہے۔ چیچینا کا مسئلہ ہو یا بوسنیا ہرزے گوینا کا فلسطین ہو یا کشمیر، جنوبی افریقہ ہو یا سری لنکا، ہر جگہ اسی ظلم استبداد نے اقوام کو نفرت وآتش انتقام میں مبتلا کررکھا ہے۔

خلفائے راشدین کے زمانے سے لیکر موجودہ زمانے تک، طاقتور اقوام کے ہاتھوں کمزور اقوام کا استحصال ہوتا چلا آرہا ہے۔ ان پر ڈھائے جانے والے مظالم اور انسانیت سوز سلوک کا خمیازہ بہرحال بھگتنا ہی پڑتا ہے۔ کیونکہ یہ دنیا مکافات عمل ہے جہاں جو بوتا ہے وہ کاٹتا بھی ہے۔ اور زقوم بو کر گلابوں کی تمنا کرنا حماقت کی انتہا ہے۔

دنیا کی مثالیں سامنے ہیں، فرعون، شداد، نمرود ہامان ہٹلر، مسولینی، بوزنیف، کلنٹن، جارج بش، ضیاء نواز شریف زرداری و بینظیر کیوں نہ ہوں۔

مظلوم چاہے سیدنا حضرت عثمان یا آج کا ایمل کاسی مغلیہ عہد کے بادشاہ ہوں یا موجودہ زمانے کے ملاعمر اور اسامہ افغانستان ہو یا عراق ظلم واستبداد کا دھارا جب اپنی انتہا کو پہنچتا ہے تو پھر ۱۱ ستمبر ۲۰۰۰ جیسے دل ہلا دینے والے واقعات رونما ہوتے ہیں۔

اب دنیا میں تیسری عالمی جنگ کی پیش گوئیاں ہو رہی ہین کیونکہ جب مسلمان ممالک میں حکمران بے ضمیری اور بے حیائی کا لبادہ اوڑھ لیں تو پھر وہ ملک خواہ مخواہ خانہ جنگیوں کا

گہوارہ بن جاتا ہے یہی حال آج اکثر ممالک کا ہے جہاں یہ خانہ جنگی جیسے آفریت پر پھیلائے منڈلا رہے ہیں۔

تاریخ اسلام میں اس کی ابتداء جمادی الآخر ۳۶ھ میں ہوئی جب پہلی بار مسلمانوں کے خلاف مسلمانوں نے ایک باقاعدہ جنگ کی۔ اسے تاریخ میں جمل کا نام دیا گیا۔ یہ وہ افسوس ناک جنگ تھی جس کی بنیاد اوپر بیان کئے ہوئے حقائق بنے یا دوسرے لفظوں میں کہہ لیں کہ یہاں سے کچھ فرقوں کا ارتقاء ظہور پذیر ہوا۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیث مبارکہ ہے کہ میں نے بھی اپنے باپ حضرت ابراہیمؑ کی طرح اللہ سے تین دعائیں کی تھیں یعنی میری امت غرق کے ذریعے سے ہلاک نہ کی جائے۔ قحط عام کے ذریعے اس کی تباہی نہ ہو۔ یہ آپس میں برسر پیکار نہ ہوں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے پہلی دو دعائیں قبول فرمائیں اور تیسری سے مجھے روک دیا (صحیح مسلم:۲۲۱۶)

یہ محض ابتداء تھی اس میں ایک طرف تو حرم نبوت کا وہ گوہر نایاب تھا جن کو بلاشبہ رسول خدا کی اکلوتی باکرہ بیوی ہونے کا شرف حاصل ہے اس کے علاوہ جتنی احادیث حضرت عائشہ سے روایت ہیں (خاص طور نسوانی مسائل پر مشتمل) وہ کسی اور سے روایت نہیں دوسرا بلاشبہ حرم نبوت میں سے یہ پاکیزہ ہستی دنیا کی پہلی مفسر خاتون ہیں مردوں میں یہ درجہ بلا شبہ عبداللہؓ بن عباس کے حصہ میں آتا ہے۔ اس پر طرہ یہ کہ آپ ایک ایسی ہستی کی جگر پاشہ ہیں (جن کو دنیا میں نبیؐ کے بعد اولین درجہ حاصل ہے۔ خود نبی علیہ السلام کا فرمان ہے کہ صدیق اکبر کی نیکیاں شمار سے بالاتر ہیں کائنات کے تمام نبیوں صدیقوں عابدوں زاہدوں اولیاء کرام کی نیکیاں ایک طرف اور صدیق کی نیکیاں دوسری طرف ہوں تو پلڑا بھاری صدیقؓ کا ہی ہوگا۔ نیز آپ نے فرمایا: مین نے سب کی نیکیوں کا بدلہ چکا دیا ہے۔ مگر حضرت صدّیق اکبرؓ کی نیکیوں کا بدلہ صرف خدا ہی دے گا۔

اور دوسری طرف خاندانی وجاہت و عظمت کا وہ مینار ہے جسے نہ صرف عم زادہ ہونے کا درجہ حاصل ہے۔ بلکہ آپ کا اداماد ہونے کا شرف بھی حاصل ہے یعنی حضرت علیؓ بن ابی طاب دلیر ایسے کہ فاتح خیبر کا لقب پایا اور زہدو تقویٰ میں اس قدر بلند کہ جگر پاشہ رسول حضرت فاطمہؓ بتول جنتی عورتوں کی سردار آپ کی زوجیت میں دے دی۔

ایک دفعہ حضرت عائشہ سے کسی نے پوچھا کہ رسول خدا کو اہل بیعت میں سب سے پیارا کون تھا اور آپ نے برملا جواب دیا کہ عورتوں میں آپ اپنی بیٹی فاطمہؓ طاہرہ اور مردوں میں ان کے خاوند حضرت علیؓ کو سب سے کم عمری میں مسلمان ہونے کا اعزا حاصل ہوا۔ رسول خدا کے ساتھ تمام غزوات میں شریک رہے۔

مگر یہاں یہ اجتہادی غلطی کس کس سے ہوئی آیئے دیکھتے ہیں: اس اختلاف کے سیاسی محرکات کیا تھے بغض وعداوت کی یہ چنگاری کس طرح شعلہ جوالہ بنی اور اس آتش جنگ میں صحابہ کرام ایسی مقدس ہستیاں کس طرح ملوث ہوگئیں یہ وہ سوال ہیں جو صدیوں سے زیر بحث ہیں ایک لمبی اور نازک بحث ہے دنیا اسلام کے ہر تاریخ دان نے اپنے اپنے نقطہ نظر سے اس میں تحریر کیا ہے۔

یہ وہ نقطہ آغاز تھا جب اتحاد ملت اسلام ہمیشہ ہمیشہ کیلئے دنیا سے عنقا ہو گیا۔ اور مسلمانوں کی تلواروں نے مسلمانوں کے خون سے ہی پیاس بجھائی۔

جس زمانے میں حضرت عثمان اپنے گھر مین محصور تھے حضرت عائشہ صدیقہؓ، حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم کی معیت میں حج کی غرض سے مدینہ سے مکہ آ گئیں ان کا مقصد یہ بھی تھا کہ بصرہ جا کر یہ اصحاب لوگوں کی اصلاح کر ین گے اور انہیں مجتمع کرنے کی بھی کوشش کریں گے ادھر حضرت علیؓ نے اپنے صاحبزادے حضرت حسنؓ کو حضرت عمارؓ بن یاسر کی رفاقت میں کوفہ بھیجا تا کہ وہ لوگوں کو حضرت علیؓ کی حمایت پہ آمادہ کر کے لے آئیں۔

دوسری طرف حضرت عائشہ نے ابھی بہت تھوڑا ہی فاصلہ طے کیا تھا کہ راستے میں ان کی اپنے عزیز سے ملاقات ہوئی ان سے حالات معلوم کرنے سے پتہ چلا کہ حضرت عثمانؓ کو شہید کر دیا گیا ہے اور حضرت علیؓ کو نیا خلیفہ منتخب کرلیا گیا ہے۔ لیکن ہنوز فتنہ گری کا بازار گرم ہے اور لوگ مشتعل ہیں۔ اس دوران میں ایک

ایسا گروہ پیدا ہو گیا تھا جو خلافت کو صرف اہل بیت کا حق سمجھتا تھا (اہل بیت مین خود حضرت علیؓ ان کی اولاد شامل ہے) ان کا خیال تھا کہ جو لوگ خلافت پر متمکن ہیں اور ظالم و غاصب ہیں ان کے نزدیک خلیفہ کا انتخاب جمہوری رائے سے نہیں بلکہ قرابت داری کے لحاظ سے ہونا چاہئے تھا چنانچہ اس فرقہ نے حضرت عثمان کو بڑا فتنہ برپا کر کے شہید کر دیا تھا۔ حضرت عثمان جس مظلومیت سے شہید کئے گئے وہ رسول اللہ ﷺ کو انتہائی ناگوار گزرا کیونکہ عثمانؓ نبیؐ کے داماد اور اسلام کی سب سے زیادہ مالی معاونت کرنے والے متقی و پرہیزگار تاجر تھے۔ خود رسولؐ خدا کی حدیث کے مطابق اسلام کو جس قدر فائدہ عثمانؓ کے مال نے پہنچایا اور کسی کے مال نے نہیں پہنچایا چنانچہ ام المومنین حضرت عائشہؓ نے فرمایا:

قسم ہے مجھے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ میں عثمان کے قاتلوں سے انتقام لے کر رہوں گی۔

پھر وہ واپس مکہ آگئیں اور لوگوں نے واپسی کا پوچھا تو انہوں نے خانہ کعبہ کے دروازے پہ کھڑے ہو کر ایک جم غفیر کے سامنے تقریر کی:

اے لوگو مختلف مقامات کے فسادیوں نے اہل مدینہ کے غلاموں کی مدد سے حضرت عثمانؓ کو شہید کر دیا ہے ان لوگوں نے اولاً تو ان پہ کچھ الزامات لگائے مگر جب وہ انہیں ثابت نہ کر سکے تو اس قدر بپھر گئے کہ بغاوت کر دی جس خون کو خدا نے حرام کر دیا تھا اسے بہایا۔ بلد حرام (مدینہ) اور شہر حرام (ذوالحجہ) کے تقدس کو پامال کیا اور انہوں نے حرام مال لوٹا۔

بخدا عثمانؓ کی ایک انگلی بلوائیوں کی تمام دنیا سے زیادہ محترم ہے اگر عثمانؓ میں کوئی خرابی تھی تو ان کی مظلومانہ شہادت کیوجہ سے اس طرح دور ہو گئی جس طرح کٹھالی میں ڈالے جانے کے بعد سونا میل سے صاف ہو جاتا ہے۔ یہ فتنہ ابھی دبتا ہوا نظر نہیں آتا لہٰذا تم خلیفہ مظلوم کا خون رائیگاں نہ جانے دو (جیسا کہ حافظ ابن کثیرؒ، البدایہ والنہایہ، میں رقمطراز ہیں کہ ہمارے شیخ امام ذہبیؒ نے حضرت عثمانؓ کے حالات و فضائل ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے کہ لوگوں نے آپ کو شہید تو کیا مگر آپ اللہ کی رحمت میں چلے گئے لیکن آپ کو شہید کرنے والے ذلیل و رسوا ہو گئے ان پہ عرصہ حیات تنگ ہو گیا۔ کیونکہ بعد میں حکومت آپ کے نائب حضرت امیر معاویہ اور ان کے صاحبزادوں اور آپ کے وزیر مروان اور ان کی اولاد مین آٹھ آدمیوں میں رہی ان لوگوں نے اکتا کر حضرت عثمانؓ کی زندگی کو ختم کر دیا لیکن آپ کے برادران عم زاد (اسی سال) سے بھی زیادہ عرصہ تک ان پر حکمران رہے۔)

شہادت عثمانؓ کے بعد بنو امیہ کے اکثر لوگ بھاگ کر مکہ آ گئے کیونکہ یہ ان کو اچھا موقع مل گیا تھا انہوں نے اس موقع سے بھرپور فائدہ اٹھایا اور جوق در جوق حضرت عائشہ کے پرچم تلے جمع ہونے لگے عبداللہ بن عامر بصرہ (عراق) سے بہت سا اسباب و مال لے کر آئے تھے اور یعلی بن امیہ جو حکومت عثمان میں یمن کے عامل تھے اپنی معزولی کا سن کر چھ صد اونٹ لیکر بمعہ اسباب و مال و دولت مکہ پہنچ گئے۔

اس دوران میں فتنہ و فساد کے پیش نظر حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ بھی مدینہ سے مکہ پہنچ گئے۔ ان دونوں کے مکہ پہنچنے کے بعد مشاورت کمیٹی کی ایک مجلس ہوئی۔ جس میں حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ سمیت بنو امیہ کے افراد نے بھی حضرت عائشہؓ کی سرکردگی میں بصرہ کی جانب پیش قدمی کا فیصلہ کیا حالانکہ حضرت عائشہؓ مدینہ کی جانب چڑھائی کا ارادہ رکھتی تھیں۔

پھر تیاری شروع ہوئی تو ابن عامر اور یعلی بن امیہ جو کہ اپنے اپنے علاقوں سے دولت اور مال و اسباب لائے تھے انہوں نے اس جنگی تیاری پہ صرف کیا اور مکہ میں منادی کرا دی کہ:

لوگو حضرت عائشہؓ اور حضرت طلحہؓ و زبیرؓ بصرہ کی طرف کوچ کر رہے ہیں جو شخص اسلام کی سربلندی کیلئے مفسدین سے لڑنا اور حضرت عثمانؓ کے خون کا بدلہ لینا چاہتا ہے لیکن اس کے پاس سواری و ہتھیار نہیں وہ ہمارے پاس آئے اور ہم سے ہتھیار اور سواری حاصل کرے۔ تیاریاں مکمل ہو گئیں تو حضرت عائشہؓ کیلئے ایک مضبوط اونٹ کا انتظام کیا گیا جو یعلی بن امیہ نے مہیا کیا جس نام عسکہ تھا حضرت عائشہؓ کو وہ اونٹ بہت پسند آیا چنانچہ اس پہ آپ کا ہودج رکھا گیا اور یہ جماعت بصرہ کو روانہ ہوئی اور